Fikr-o-Nasar (Islamabad) 7:12 (1970)

اجتہاد و اجماع مفتی محمدؐ عبدہٗ کی نظر میں

محمد نذیر کاکا خیل

ایک عالم کا قول ہے کہ "مذاہب کی تاریخ میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ اصول جن پر مذہب کی بنیادیں استوار ہوئی تھیں، نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی جگہ ان کی تاریخ لے لیتی ہے نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ حقیقی مذہب کی غیر موجودگی لوگوں کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔" اگر غور کیا جائے تو موجودہ دور میں یہی صورت مسلمانوں کو بھی درپیش ہے۔ جو زرّیں اصول اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی وساطت سے اس اُمت کے لئے بھیجے، وہ تو رہے ایک طرف، آج ہمارے درمیان "قال فلان یقول فلان" باعثِ نزاع بنا ہوا ہے۔ جس طرح ہمارے وقت کا باشعور طبقہ اس اندھا دھند پیروی کے خلاف نظر آرہا ہے اسی طرح انیسویں صدی میں ہمارے بعض نامور علماء نے اس قیل و قال کے خلاف آواز بلند کی۔ ہند و پاکستان کی اس تحریک میں مصری علماء بھی ہمارے ساتھ تھے۔ چنانچہ وہاں بھی مصلحین کی ایک جماعت نے مسلمانوں پر طاری جمود کے خلاف جہاد شروع کیا مصری معاشرہ میں، جس پر ہماری طرح صدیوں جمود طاری تھا، ایک ہیجان پیدا ہوا اور ملک کا باشعور طبقہ اسلام کے مستقبل اور اپنی خوش حالی و ترقی کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوا۔ انہی مصلحین میں سے، جنہوں نے مصری فکر کو جلا بخشی، مفتی محمد عبدہٗؒ کا نام سرِ فہرست ہے۔

مفتی محمد عبدہٗ نے اگرچہ روایتی طریقۂ تدریس کے مطابق تعلیم حاصل کی لیکن ان کی غیر معمولی صلاحیتوں نے جلد ہی انھیں اس طرزِ تعلیم اور روایتی علماء کی خامیوں کی نشان دہی کرنے پر مجبور کر دیا۔ عملی دنیا میں قدم رکھنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ اسلام نے جس چیز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا بدقسمتی سے اسے آج عین اسلام سمجھا جانے لگا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے "رسالۃ التوحید" میں اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آبائی تقلید کے لشکر (جو انسانی نفوس پر غالب ہو رہے تھے) اسلام نے ان پر سخت حملہ کر کے انہیں شکست دے دی اور تقلید کے وہ اُصول جو افکار و خیالات میں راسخ ہو گئے تھے، انھیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اس نے مقام عقل بتا کر انسانوں کو خوابِ غفلت سے جگایا اور ببانگِ دہل اعلان کیا کہ انسان اس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ اونٹ کی طرح مہار پکڑ کر کھینچا جائے بلکہ

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

اس کی فطرت میں اس بات کی قابلیت اور استعداد رکھی گئی ہے کہ وہ علم کے ذریعے ہدایت حاصل کرے اور واقعات و حادثات کے اسباب و دلائل کا سراغ لگائے۔" [۱]

محمد عبدہٗ کے نزدیک اسلام دینِ فطرت ہے اس کے احکامات میں کوئی ایسی شق نہیں جس کے سمجھنے سے عقل قاصر ہو۔ بلکہ قرآن تو بار بار عقل کے استعمال کی تاکید کرتا ہے۔" قرآن ہمیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ ہم مخلوق کو دیکھیں۔ اس کے بارے میں سوچیں اور حقائق معلوم کریں۔ وہ ہمیں ان لوگوں کی تقلید سے منع کرتا ہے جنہوں نے اپنے آباء و اجداد کی اندھی پیروی کی اور نتیجتاً ان کے عقائد پراگندہ ہو گئے اور وہ خود بحیثیت ایک اُمت کے (صفحۂ ہستی سے) مٹ گئے۔" [۲]

محمد عبدہٗ دین میں عقل کے دخل کو بہت اہمیت دیتے تھے، اپنی کتاب "الاسلام والنصرانیۃ" میں جو انھوں نے اسلام کے دفاع اور موسیو ہانوتو (HANOTAUX) کے ردّ میں لکھی تھی، شروع سے آخر تک اسی ایک بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام عقل سے کام لینے پر بڑا زور دیتا ہے۔ اس کی تعلیمات میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کو عقلِ سلیم قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ محمد عبدہٗ اپنی دوسری تصنیفات خصوصاً "رسالۃ التوحید" میں مختلف جگہوں پر ان حدود کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جن سے آگے عقلِ انسانی کی پرواز ممکن نہیں۔ غور کیا جائے تو یہ حدود عقلِ انسانی کے تقاضوں ہی کے مطابق ہیں۔ لیکن محمد عبدہٗ اس کو ثابت کرنے کے لئے اس حدیث کا سہارا لیتے ہیں: "تفکروا فی خلق اللّٰہ ولا تفکروا فی ذاتہ فتھلکوا۔ اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کرو۔ لیکن اس کی ذات میں تفکر نہ کرو، مبادا تم تباہ ہو جاؤ۔" اس کی تائید کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: یہ حدیث بجائے خود مستند ہو یا نہ ہو لیکن عام مطالب کے اعتبار سے اور قرآن کی مفصل تعلیمات سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ [۳]

دین و عقل کو ہم آہنگ کرنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان چیزوں کا کیا ہو گا جن کو عقل تو قبول نہیں کر سکتی لیکن وہ عین دین ہے؟ محمد عبدہؒ کے ہاں اس کا جواب یہ ہے کہ عقل و نقل کے درمیان تصادم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر بظاہر کوئی ٹکراؤ ہو تو وہ ٹکراؤ نہیں بلکہ ہماری عقلوں سے بالاتر کوئی چیز ہے جسے صرف اللہ اور اس کا رسول جان سکتا ہے۔ دین اسلام میں عقل و نقل کا چولی دامن کا ساتھ ہے "عقل اس کے مضبوط ترین مددگاروں میں سے ہے اور نقل اس کے قوی ترین ارکان میں سے ہے۔ ان کے علاوہ باقی سب شیطانی

۱۔ الشیخ محمد عبدہٗ۔ رسالۃ التوحید (۱۳واں ایڈیشن) صہ ۱۴۷۔

۲۔ رسالہ۔ محولہ بالا صہ ۲۴۔ ۳۔ ۱

وسوسے ہیں" ۴؎

مفتی محمد عبدہٗ کی تربیت اگرچہ مالکی مکتبِ فکر میں ہوئی تھی۔ لیکن مصر کے مفتیِ اعظم کی حیثیت سے انہوں نے متعدد نجی فتاویٰ میں یہ روایت قائم کر دی کہ قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اسلامی ضابطہ قانون کی کسی بھی شرح کو حالات کی مناسبت سے اپنائے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرے خواہ یہ شرح قانون جس کی روشنی میں وہ فیصلہ دے رہا ہے، اس کے اپنے مسلک کا ہو یا دوسرے مکتبِ فکر سے ۵؎۔ (یہاں ضابطہ قانون سے ان کا مطلب قرآن و سنّت ہے اور مختلف مکاتبِ فکر سے ان کی مراد فقہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہے) کسی خاص مکتبِ فکر کو سمجھے بغیر اپنانا یا کسی مسلک کے شرح قوانین کو حرفِ آخر سمجھ کر اس کی اندھی تقلید کرنا عبدہٗ کے نزدیک ناپسندیدہ ہی نہیں بلکہ قبیح تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں وہ ایک جگہ لکھتا ہے:

"پہلے زمانے میں ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ (ہمارے پیشرو) علم و عقل میں ہم سے زیادہ تھے یا پہلے زمانے والوں کے ذہن اور عقلیں موجودہ زمانہ والوں کے ذہنوں اور عقلوں سے زیادہ تھیں بلکہ تمیز اور فطرت کے لحاظ سے پچھلے اور اگلے سب برابر ہیں بلکہ اکثر پچھلے لوگ گزشتہ زمانہ کے حادثات اور واقعات سے واقف ہو کر زیادہ تجربہ کار اور باخبر ہو جاتے ہیں" ۶؎

اگر قرآن کو صحیح معنوں میں سمجھنا اور اسلام کو پھر سے زندہ جاوید بنا کر جدید ترقی یافتہ دنیا میں زندہ رہنا ہے تو سب سے پہلے تقلید کی زنجیریں توڑنا ہوں گی۔ مذہب کی آڑ میں اسلام کے مقابلے میں جو بت ہم نے کھڑا کیا ہے اسے توڑنے اور خود ساختہ قیود سے آزاد ہونے کے بعد ہی ہم سکھ کا سانس لے سکیں گے۔ اجتہاد جس پر کڑی شرائط لگا کر اس کا دروازہ ہی بند کر دیا گیا ہے، جب تک دورِ حاضر کے مسائل حل کرنے کے لئے اس کا استعمال نہیں کیا جائے گا، ہمارے لئے تہذیب و تمدن کی اس دنیا میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ تقلید کو چھوڑنے کے بعد اگر فقہی مسائل کی نئے سرے سے چھان بین کی گئی تو بہت سی چیزیں جو موجودہ دور کے لئے بیکار ہو چکی ہیں، ساقط ہو جائیں گی اور ہم اسلام کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے۔ لہٰذا اسلام کا تابناک مستقبل اسی میں ہے کہ ہم اس کے اوّلین ماخذ کی طرف رجوع کریں "قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہم سے یہ نہیں پوچھے گا کہ فلاں نے کیا کہا بلکہ وہ یہ پوچھے گا کہ قرآن اور سنّتِ نبوی نے جو کچھ پیش کیا تھا اس پر کہاں تک عمل کیا گیا" ۷؎

۴۔ ایضاً ص ۲۳۔ ۵۔ رشید رضا: تاریخ استاذ الامام، جزء اوّل قاہرہ ۱۳۴۴ھ۔ ص ۶۴۳۔

۶۔ رسالہ۔ ص ۱۴۸۔ ۷۔ تفسیر المنار للشیخ محمد عبدہٗ (تالیف رشید رضا) جزء اوّل ص ۲۶۔

اجتہاد کے بارے میں محمد عبدہٗ کا خیال تھا کہ یہ فرائض اسلام میں شامل ہے کیونکہ بہت سے مسائل میں قرآن کی خاموشی ہی اس بات پر دلالت کرتی ہے وگرنہ خدا کے علم سے کون سی چیز مخفی ہے؟ عبدہؒ کی نظر میں "اسلامی شریعت کی بنیاد انسانی عقل اور اس کی خودمختاری پر ہے جو انسانیت کو سنّ رُشد پر پہنچنے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے بنابریں ان کا خیال ہے کہ شریعت کی بنیاد اجتہاد اور اولی الامر کی اطاعت پر ہے اور جو شخص اجتہاد سے روکتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی حجت سے لوگوں کو روک کر اسلامی شریعت کے اس امتیازی ستون کو گرا رہا ہے اور اسلامی شریعت کو تمام بعد میں آنے والی نسلوں اور زمانوں میں جاری و ساری رہنے کے لئے غیر موزوں بنا رہا ہے۔ درحقیقت یہ ایک بہت بڑا جرم ہے جو ان جاہلوں کی طرف سے اسلام کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ ہمیں تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی یہ لوگ اپنے آپ کو علمائے اسلام میں شمار کرتے ہیں" [8]

مفتی صاحب کی نظر میں "یہ صورت اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ سن رُشد پر پہنچنے کے بعد ایک انسان سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ خود اپنے بُرے بھلے میں فرق کر سکے اور متعینہ مقصد کے تحت صحیح اقدام کر سکے" [8]

اجتہاد کا حق اولی الامر کو تفویض ہونا چاہیئے اور یہ لوگ محمد عبدہٗ کے نزدیک صرف علماء یا حکمران طبقہ نہیں [9] بلکہ ——— "اولی الامر سے مراد مسلمانوں میں سے اہل الحل والعقد کی جماعت ہے جو امراء، حکّام، علماء، فوج کے سپہ سالاروں اور ان تمام زعماء و رؤساء پر مشتمل ہے جن کی طرف لوگ اپنی حاجات اور مصلحت عامہ کے لئے رجوع کرتے ہیں" [10]

اولی الامر آپس میں بحث و تمحیص کے بعد جس مشترکہ فیصلے پر پہنچیں گے وہی اجماع اُمت ہوگا۔ اس اجماع پر جو موجودہ دور میں عبدہٗ کے نزدیک پارلیمنٹ میں منعقد ہوگا، عبدہٗ یہ پابندیاں لگاتے ہیں: [11]

۱ - یہ لوگ ہم میں سے ہوں (اس خاص ملک کے مسلمان ہوں)۔

۲ - جس امر کا فیصلہ کر رہے ہوں اس کے وہ مجاز ہوں یعنی عوام نے انہیں اس کی اجازت دے رکھی ہو اور یہ کہ ان کا فیصلہ اللہ کے حکم (قرآن) کے خلاف نہ ہو نہ رسول کی اس سنت کے خلاف جو تواتر سے ہم تک پہنچی ہے۔

۳ - اس فیصلہ پر (ان میں بڑی حد تک) اتفاق ہو اور یہ کہ جس بات پر وہ متفق ہوں وہ مفاد عامہ میں سے

---

۸ - تفسیر المنار ملخص از VI : ۲۰ - ۱۹ ؛ ۱۴ - V - ۹۰ - ۱۸۹ -

۹ - تفسیر المنار IV : ۴ - ۲۰۳ - ۱۰ - تفسیر المنار V : ۱۸۱ -

۱۱ - تفسیر المنار جلد پنجم طبع سوم ۱۳۶۷ھ صہ ۱۸۱ -

ہو۔ نیز یہ کہ وہ معاملہ ایسا ہو جس میں انھیں پوری واقفیت حاصل ہو اور اس کا فیصلہ کرنے کا انھیں اختیار ہو۔ جہاں تک عبادات اور دینی عقائد کا تعلق ہے وہ اہل الحل والعقد کے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں۔ بلکہ اس بارے میں اللہ کا فرمان اور رسول اللہ کی تشریح ہی ماخذ ہوگی۔ اس میں کسی کو اپنی رائے زنی کی اجازت نہیں البتہ اس کے سمجھنے میں ہر ایک کو اپنی فہم و بصیرت سے کام لینے کا اختیار ہے۔

پس اجتہاد جو تحلیل کے بعد بالآخر اُمت مسلمہ کے اجماع کی صورت اختیار کرے گا، اسلامی قوانین کا تیسرا مرجع ہے[۱۲]۔ لیکن یہ اجماع حرفِ آخر نہیں ہوگا بلکہ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اس میں ترمیم کی جا سکے گی۔ اگرچہ قوانین اکثریتی بنیاد پر بنائے جائیں گے لیکن اگر کسی پارٹی نے اُمت کے مفاد کو بالائے طاق رکھ کر پارٹی کے مفاد کے لئے یا مخصوص گروپ کے فائدے کے لئے کوئی ایسا قانون بنایا جو قرآن و سنت کی صریح تعلیمات کے خلاف ہو، تو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔[۱۳]

محمد عبدہٗ مذہبی اجارہ داری کے سخت مخالف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پارلیمنٹ میں وہ صرف مذہبی عالموں اور ملاؤں کو ہی نمائندگی نہیں دیتے بلکہ مختلف مکاتبِ فکر کے لوگوں اور ماہرین امور کو نمائندگی دینے کی سفارش کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صدرِ اسلام میں معاشرے میں وہ پیچیدگیاں اور وسعتیں نہیں تھیں جو جدید دور میں رونما ہوگئیں ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے زمانے میں ایک ہی آدمی بیک وقت فوجی علوم سے بھی واقف ہو سکتا تھا، تجارت کے اُصول بھی جانتا تھا، قضاء کی خدمات بھی انجام دے سکتا تھا۔ مذہبی علوم کا ماہر بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن عصرِ جدید میں ایک شخص بیک وقت ایک علم کا ماہر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اولی الامر (پارلیمنٹ کے ممبر) متخصص (سپیشلسٹ) ہوں۔ پارلیمنٹ کے سامنے جو مسئلہ بھی آئے ماہرین کی رائے کے بعد ہی قانون سازی کا کام مکمل ہو۔

۱۲۔ ایضاً صد ۲۱۱۔

۱۳۔ ایضاً صد ۱۹۱-۱۹۰۔